عالمِ بے بدل و بے مثیل
رہبرِ اتحادِ ملی، پیکرِ علم و عمل،
مدبر سیاست دان

علامہ حضرت شاہ احمد نورانی ؒ
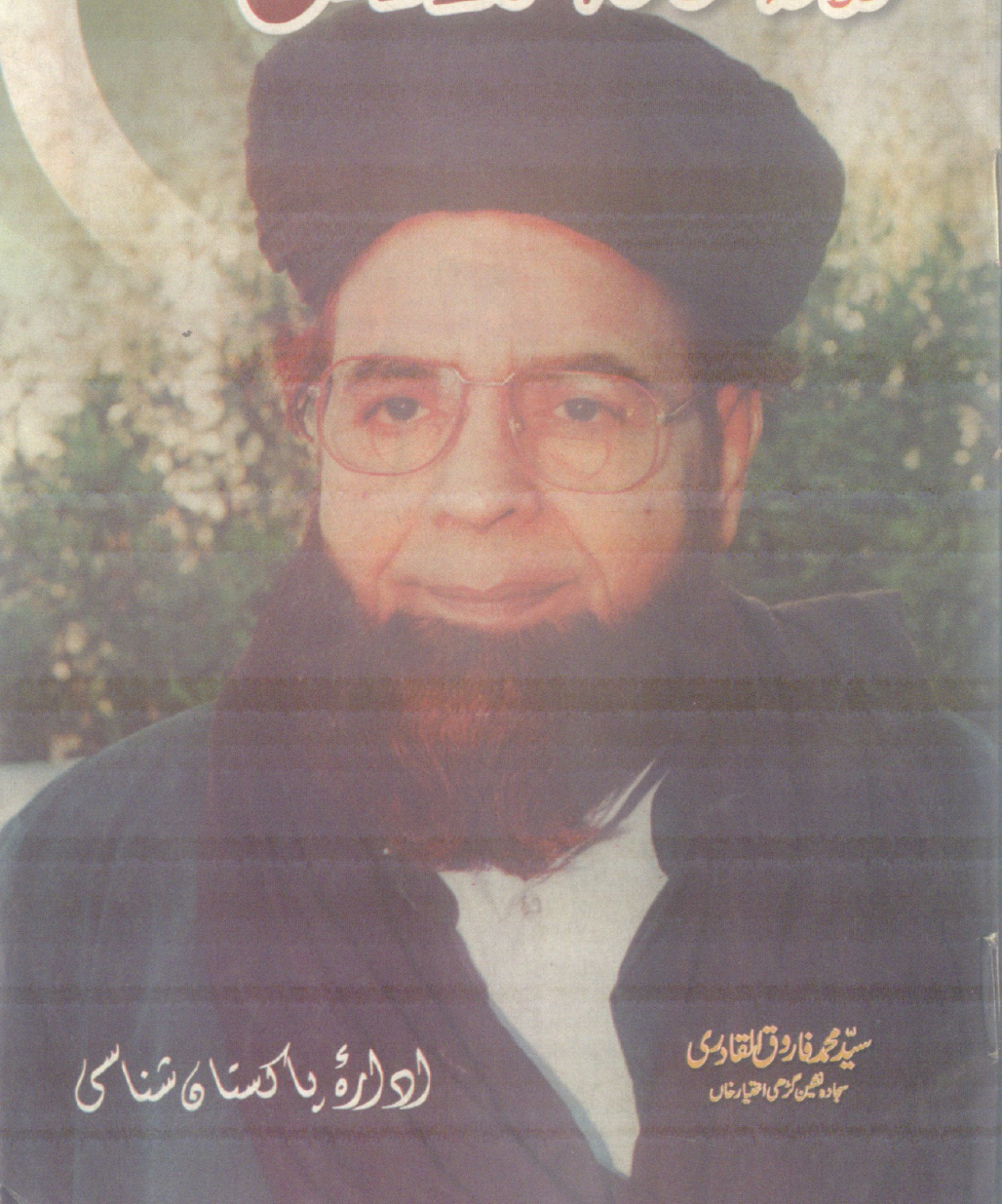
سیدّ محمد فاروق القادری
سجادہ نشین گڑھی اختیار خاں

ادارۂ پاکستان شناسی

باسمہٖ سبحانہٗ

قطعۂ تاریخِ وفاتِ حسرت آیات

زبدۂ خلق عظیم المرتبت حضرت شاہ احمد نورانی نوّر اللہ مرقدہٗ

وصال: ۱۲ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ، بمطابق ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات،

رخصتِ طالبِ محمد (صلوٰۃ علیہ وآلہ)

۱۴ ۵ ۲۴

شہا! دیدہ و دل میں ہے ترے جو جلوہ فرمائی
وہ ہے در اصل محبوبِ خدا کا حسن لاثانی

یہ تیری خوش نصیبی ہے یہ تجھ پر فضلِ ربانی
رہا تجھ پر سدا ہی سایۂ محبوبِ سبحانی

رہا بیزار کفر و شرک سے تا زیست تو واللہ
پڑھایا تجھ کو فطرت ہی نے یہ درسِ مسلمانی

وظیفہ تھا ترا آٹھوں پہر اسمِ محمد کا
ودیعت حق نے فرمایا تجھے یہ نورِ عرفانی

تری عظمت کے چرچے آج ہیں عرب و عجم میں جو
یہ سب کیا ہے نبی کے عشق کا اعجازِ لافانی

بشر خیر البشر کی کر سکے کیا اے فدا مدحت
ہے خالق اپنی خلقت کی بجا فرما گیا مدحت

شریکِ غم: ظہور الدین خان
سابق سیکرٹری مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور

رشحات: ابو الطاہر فدا حسین فدا
ایڈیٹر "مہر و ماہ" لاہور

حضرت علامہ شاہ احمد نورانیؒ

سیّد محمد فاروق القادری
سجادہ نشین گڑھی اختیار خاں

ادارۂ پاکستان شناسی
35- رائل پارک، لاہور 54000 فون: 6363009

نام کتابچہ	:	حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
تالیف	:	سید محمد فاروق القادری
کمپوزنگ	:	محمد نعیم اصغر
باراوّل	:	شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء
تعداد	:	پانچ ہزار
باردوم	:	محرم ۱۴۲۶ھ/ مارچ ۲۰۰۵ء
تعداد	:	دو ہزار
مطبع	:	گنج شکر پرنٹرز، لاہور
باہتمام	:	ادارۂ پاکستان شناسی، ۳۵۔رائل پارک، لاہور (فون: ۶۳۶۳۰۰۹)

مشمول

در محراب و منبر پر دردمندانہ دستک از شاہ حسین گردیزی ۱۴

قائد اہلِ سُنّت کے بعد کشتیِ ملّت کی ناخدائی؟ از مختار جاوید منہاس ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

میرے خیال میں اس بات سے شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ انسانیت عظمت کردار کے اعتبار سے ترقی معکوس کی طرف تیزی سے گامزن ہے، روپے پیسے اور کرسی واقتدار کی اندھی ہوس نے جس طرح انسانی اقدار کو قصۂ پارینہ بنا کر رکھ دیا ہے اور جس انداز سے انسانی معاشرے میں اس نے منافقت، دورنگی اور صرف اپنی ذات کے مادی فوائد کی سیاست اور معاشرت کو رواج دیا ہے اس سے انسانیت کا مستقبل انتہائی تاریک ہوگیا ہے۔

ان مایوس کن حالات میں مولانا شاہ احمد نورانی ایسے بطلِ جلیل کا اُٹھ جانا اتنا بڑا سانحہ ہے جس کی کسک سالوں نہیں صدیوں تک محسوس کی جاتی رہے گی، ان کا تعلق ۱۸۵۷ء کے اس قافلۂ عشق سے تھا جو بے سروسامانی کے باوجود انگریز ایسی جہانگیر اور جاندار قوت سے ٹکرا کر پھانسی کے پھندوں، کالے پانیوں، جائداد کی ضبطیوں کی ایسی تاریخ رقم کر گیا جو برعظیم کے ماتھے کا جھومر ہے، یہ وہ قافلہ ہے جس کی زندگی کا سرنامہ ہمیشہ یہ رہا ہے۔

گریزد از صفِ ما ہر کہ مردِ غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

مولانا کے لفظ میں آج جو ہلکا پن، مخصوص ذہنیت، چند قدیم علوم سے واقفیت اور اپنے گنبد کے خول میں بند رہنے کا تصور پیدا ہوگیا ہے اور وہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے شاہ احمد نورانی کا تعارف ''مولانا'' کے لفظ سے کرانا نہ صرف ان سے پرلے درجہ کی ناواقفیت بلکہ ان کے ساتھ ظلم بھی ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی خوبیاں اُن کے اندر ودیعت کی تھیں کوئی ایک لفظ لغت نے ایسا ایجاد ہی نہیں کیا جو ان سارے اوصاف و کمالات کی ترجمانی کر سکے۔

وَلَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ اَنْ یَّجْمَعَ العَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بات محال نہیں کہ وہ سارے جہان کو
کو ایک آدمی میں جمع کر دے۔

وہ ہفت زبان عالم تھے، نام کے نہیں حقیقی مبلغ تھے کہ اُن کے ہاتھ پر دو لاکھ سے زیادہ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، وہ عربی، فارسی، انگریزی، سنسکرت اور متعدد زبانیں، مادری زبان اردو کی طرح بولتے تھے۔ وہ مجاہد تھے، انھوں نے ہر آمر ہر غیر انسانی، غیر اسلامی فکر اور شخصیت کے خلاف عمر بھر جہاد کیا، وہ بولتے تو منہ سے پھول جھڑتے۔ وہ متقی، متورع اور شب زندہ دار تھے۔ وہ اونچے درجہ کے باعمل سیاستدان تھے، اُن کو دیکھنے والے کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ ایک نظر دیکھنے کے بعد نگاہیں اُن کے چہرے سے ہٹا لے۔ غالباً سیفؔ الدین سیفؔ نے انہی کے لیے کہا تھا۔

پھر پلٹ کر نگہ نہیں آئی تجھ پہ قربان ہو گئی ہو گی

مجاہد اسلام مولانا عبد الستار خان نیازی نے ایک ملاقات میں راقم سے بیان کیا کہ افریقی ممالک میں شاہ احمد نورانی کے تبلیغی کام کو دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا، سینکڑوں تعلیمی ادارے اخبارات، ٹرسٹ، شفا خانے انتہائی میکانکی انداز میں خدمت خلق کے کام میں مصروف تھے، لاکھوں لوگوں کی خدمت کرنے والے اور لاکھوں روپے ماہانہ رفاہی کاموں میں خرچ کرنے والے مرد درویش نے ساری زندگی کرائے کے معمولی فلیٹ میں گزاری۔ سچ ہے

تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز رفتی و کس قدر تو نہ شناخت

ترجمہ: اے نظیرؔی تو مسیح علیہ السلام کی طرح آسمان سے آیا۔ تو واپس چلا

گیا اور تیری قدر کسی نے نہ جانی۔

آپ کے خاندان کو یہ فضیلت حاصل تھی کہ وہ براہ راست امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا تربیت یافتہ خاندان تھا۔ آپ کے والد مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی فاضل بریلوی کے منظورِ نظر خلیفہ تھے تو آپ کے نامور دادا سسر شیخ قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین قادری بھی فاضل بریلوی ہی کے تربیت یافتہ تھے۔

فاضل بریلوی پر اُنگلیاں اُٹھانے والے، اُن کے تربیت یافتہ خانوادوں پر نگاہ ڈال کر ان کی استقامت، صلاحیت، عملی جدوجہد، تقویٰ وطہارت اور شریعت وسنت پر عمل کو ملاحظہ کریں اور خود فاضل بریلوی کی شخصیت کا اندازہ لگائیں۔

ع اے گل! بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

رکھیو غالبؔ! مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی سے تحریکِ پاکستان بلکہ قیامِ پاکستان تک علمائے اہلسنت کے اس سرفروش اور سربکف قافلہ کی خدمات انتہائی شاندار اور سنہری حروف کی حامل رہیں مگر پاکستان بننے کے بعد جب جمعیۃ علمائے پاکستان کی قیادت مجلس احرار کے ایک سابق تھکے ہوئے اور ناکام بزرگ کے ہاتھ آئی تو انھوں نے اسے مصالحت اور مفاہمت کی ایسی راہ دکھائی جو اقتدار کی عیش پرستی اور سہل انگاری کی راہ تھی۔ محسنِ پاکستان مولانا عبد الحامد بدایونی کے انتقال کے بعد عموماً جمعیت علمائے پاکستان کا رویہ بہت زیادہ قابل فخر نہیں رہا اور انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برعظیم میں امامِ آزادی شاہ فضل حق خیر آبادی کی وراثت کے دعویداروں کی اکثریت سرکار دربار کی خوشنودی کے کار بے خیر میں مصروف رہی اور یوں انھوں نے ملک کے سواد اعظم پر بدنامی کا ٹیکہ سجا دیا کہ ستر (۷۰) کی دہائی میں شاہ احمد نورانی نے آگے بڑھ کر اس کی قیادت سنبھالی وہ بلاشبہ علامہ کے اس شعر کی تصویر تھے۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

وہ کسی معمولی خاندان کے فرد نہ تھے، یہ خانوادہ برعظیم کا نامور خانوادہ تھا، ان کا بہت بڑا حلقۂ اثر موجود تھا، نام نہاد حکمرانوں کے ٹولے شکار کی طرح ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں مگر شاہ احمد نورانی ایسے دام ہم رنگ زمین میں کب آنے والے تھے۔

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

اقتدار سامنے باہیں پھیلائے موجود ہو، دنیاوی آسائش و آرام آوازیں دے رہا ہو ایسے میں اپنا دامن بچانا امام ابوحنیفہ کے کسی حقیقی پیروکار کا ہی کام ہو سکتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ایسے لوگ انسانی تاریخ میں موجود نہ ہوں تو انسانی ہجوم کا ریلا جانوروں کی سطح پر آجائے، انہی لوگوں سے انسانیت کا بھرم قائم ہے کہ خوب فرمایا ہے علاّمہ نے

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ!

جمعیۃ علمائے پاکستان کے درمیانی عرصہ میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جس کے مُنہ میں اقتدار کا خون لگ گیا۔ نتیجۃً عوام اہلسنت کے کچھ سوداگر پیدا ہو گئے جو ہر موقع پر اس کو بیچ کر اپنی کرسیاں کھری کرنے کے خبط میں پڑ گئے، انہیں شاہ احمد نورانی کی یہ مجاہدانہ ادا ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ کمر کس کر میدان میں نکل آئے اور یوں اپنے جیسے سرکاری درباری لوگوں کا جتھہ بنا کر شاہ احمد نورانی کو بلندیوں سے پستیوں میں اُتارنے کی تحریکیں چلانے لگے، مگر شاہ احمد نورانی کی کوہ گراں شخصیت کو اپنی جگہ سے ہلانا اِن کاغذی شیروں کے بس کی بات نہ تھی۔

ان کے ساتھ ساتھ ہمارے کچھ سادہ مزاج علماء جو نام کے مشائخ کے حواری تھے اور پیری مریدی کو ہی اصل دین سمجھتے ہیں۔ گویا ان کے مطابق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دنیا میں آئے ہی اس لئے تھے کہ وہ صرف پیری مریدی کا ادارہ قائم فرمائیں۔ یہ سادہ لوح حضرات اپنے پیروں کی جائز ناجائز حمایت اور ان کے ہر اقدام کو عین قرآن کا منشا ثابت کرنے پر ہر وقت تُلے رہتے ہیں۔ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے یہ نوجوان کسی نہ کسی پیر سے بیعت ہونا فرض سمجھتے ہیں پھر اپنے نام کے ساتھ اپنے پیر کے نام کی نسبت کے سابقہ لاحقہ لگا کر اسے معصوم عن الخطاء ثابت کرنے کا ''دامے درمے سخنے قدمے'' جہاد شروع کر دیتے ہیں۔

دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے، علوم نے اپنے نقاب اُلٹ دیئے ہیں مگر جامد ذہنیت کے ہمارے یہ سادہ دل دوست ابھی تک صحیح غلط کے امتیاز سے بے خبر، صرف کولہو کے بیل کی طرح مخصوص دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ اے کاش یہ لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ کو ہی صدق دل سے مان لیتے یا امام دارالہجرۃ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آبِ زر سے لکھا جانے والا فرمان سامنے رکھ لیتے جو آپ نے حدیث پڑھاتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا آپ نے کہا۔

کُلٌّ یُؤْخَذُ عَنْهُ وَیُرَدُّ عَلَیْهِ اِلَّا صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ

''سوائے اس صاحب مزار (قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور ردّ بھی!''

اس پُر آشوب دور میں سواد اعظم کی ساکھ کو مجروح کرنے میں ہمارے ان نادان دوستوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ اگر علماء اور مشائخ میں سے کسی نے کسی بدقماش آمر سربراہ مملکت سے مفاہمت کی غلطی کر لی تھی جسے ہمارے یہ صاحبان اجتہادی غلطی کہہ کر دوگنے ثواب کا مستحق قرار دیتے ہیں تو کیا ضروری تھا ان کے مرید و معتقد باجماعت اس کا جواز بلکہ وجوب ثابت کرنے میں مصروف ہو جائیں۔

جملہ معترضہ کے طور پر میں عرض کرتا ہوں کہ قیام پاکستان کے بعد کون سی حکومت

پاکستان میں ایسی آئی ہے جس نے صدقِ دل سے پاکستان کو اس کے قیام کے جواز یعنی اسلامی نظام پر مبنی حکومت بنانا چاہا ہے یا کم از کم اسے ایک فلاحی ریاست میں تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر مذہب کا نام لینے والے یہ حضرات کیوں وزیر مشیر بن رہے ہیں یا کیوں علماء و مشائخ کی کانفرنسیں منعقد کر کے ایسی حکومتوں کو آب و دانہ مہیا کر رہے ہیں؟ کیوں ان کے کل پُرزے بنے ہوئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ بعض ''اہل جنت'' تو ان سربراہوں کو ''امیر المومنین'' کہنے سے نہیں چوکتے اور اس پر مناظرے کا چیلنج دیتے ہیں۔ ع: کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

عمائدین اہلسنت نے ''جماعت اہلسنت'' کے نام سے جو خالص غیر سیاسی تنظیم قائم کی تھی، اس کا مقصد صرف اور صرف تبلیغِ دین اور اصلاحِ اخلاق و اعمال تھا۔ مگر صد حیف اسے بھی بعض بیوپاریوں نے سیڑھی بنا کر اپنے بونے قدوں کو اس کے ذریعہ بلند کرنے کی کوشش کی۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اب تک یا فوجی آمر حکمران رہے ہیں اور یا امریکہ کے گماشتے، کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ان میں سے بیشتر حکمران ٹولہ بدکردار، بدقماش، غیر مخلص، غیر محبِ وطن اور اسلام کا مذاق اُڑانے والے تھے۔ پھر شاہ احمد نورانی سے اختلاف کرنے والے کس اجتہاد کے ذریعہ ایسے لوگوں سے پینگیں بڑھانا اسلام کا حصہ اور مسلک کی خدمت قرار دیتے ہیں؟

منبر و محراب کی جلوہ گری آسان بات ہے، پیری مریدی کی روایتی دکانیں سجانا اور لوگوں کو کشف و کرامات میں مصروف و مشغول رکھنا سہل ہے مگر وقت کے فرعونوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا، شدید گرمی کے دنوں میں پاکستان کے گرم ترین علاقہ میں جیل کی کال کوٹھڑیاں آباد کرنا اور بڑے بڑے عہدے اور پیشکشیں ٹھکرا دینا ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ سعادت انہی لوگوں کو ملتی ہے جنہیں قدرت اس کے لئے منتخب کرتی ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

مگر یاد رہے کہ قوموں اور ملتوں کی تقدیریں تسبیحیں پھیرنے سے نہیں سر کٹانے سے بدلتی ہیں کیونکہ

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ، فقرِ بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ!

شاہ احمد نورانی کی پوری زندگی جابر و آمر حکمرانوں کے خلاف جہاد کرتے ،کلمۂ حق بلند کرتے اور اتباعِ رسول کا نمونہ پیش کر کے اس کی دعوت دیتے ہوئے گزری۔ وہ علامہ اقبال کے مردِ مومن کی سچی تصویر تھے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!
جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن!

بہت سے لوگوں کو صرف اس بنا پر اُن سے کد تھی کہ ان کی موجودگی میں ایسے لوگوں کا وجود سراب تھا، وہ اپنی پُر وقار، سنجیدہ، عالمانہ اور باغ و بہار شخصیت کے ساتھ جبہ و عمامہ میں ملبوس ہو کر نمودار ہوتے، تو کنجشک و حمام خود بخود غائب ہو جاتے، کیفیت یہ ہوتی۔

ظہورِ صبح نے سب کارخانہ کر دیا ابتر
فروغِ شمع کا، پروانے کا، اربابِ محفل کا

راقم السطور کو ستر (۷۰) کی دہائی میں شاہ احمد نورانی سے نیاز حاصل ہوا۔ میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں سیاست کو دین سے علیحدہ سمجھتا ہوں اس عرصہ میں یہ عاجز ایک لحاظ سے ان کی سیاسی، علمی اور روحانی سرگرمیوں سے قریبی انداز میں منسلک رہا، میں نے انہیں جلوت و خلوت میں دیکھا ہے وہ ابتدا میں مجھے علامہ صاحب کہہ کر پکارتے۔ ایک دفعہ میں نے علامہ کے لفظ کے غلط استعمال کی طرف ان کی توجہ دلائی

اوراس سے متعلق ایک دو لطیفے سنائے تو آپ نے مجھے پیر صاحب کہہ کر یاد فرمانا شروع کر دیا۔ ایک دفعہ سندھ کی ایک کانفرنس میں اچانک ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے میں آتے ہوئے جہاز میں آپ کی کتاب مطالعہ کرتا آیا ہوں، یہ خورد نوازی کا ایک انداز تھا۔

ع: کرم کردی الٰہی زندہ باشی،

وہ ہاتھ کے سخی، دل کے غنی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوی اخلاق کا وافر حصہ عطا کیا تھا۔ اُن کی طبیعت اور گفتگو میں بلا کا سکون، وقار، شائستگی، تحمل اور دھیما پن تھا۔ بولتے تو دل چاہتا کہ ع وہ کہیں اور سنا کرے کوئی، اسٹیج پر بولتے تو ہر لفظ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مظہر ہوتا۔ وہ اپنی طرزِ خطابت کے خود موجد تھے الفاظ کا چناؤ ہو کہ لہجہ کا زیر و بم، زبان پر حاکمیت ہو کہ معلومات کی فراوانی، ہر بات میں وہ منفرد تھے۔ غالباً فیضی نے آپ ہی کے لئے کہا تھا۔

ندانم چہ جادوئیست بطرزِ گفتارش
کہ باز بستہ زبانِ سخن طرازاں را

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ اس کی گفتگو میں کیا جادو ہے کہ اس نے متکلمین کی زبان خاموش کردی۔

قرآن مجید خالص عربی لے میں پڑھتے تو پتھر سے پتھر دل بھی پگھل اُٹھتے، فاضل بریلوی کا مشہور زمانہ سلام ''مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' پڑھتے تو ہر آنکھ اشکبار ہوتی معلوم ہوتا کہ شاید فاضل بریلوی نے یہ سلام لکھا بھی شاہ احمد نورانی کے پڑھنے کی خاطر ہے۔

یہ بات شاید بہت سے صاحبان کے علم میں نہ ہو کہ شاہ احمد نورانی کا بچپن مدینہ منورہ میں گزرا تھا، ان کا رہن سہن، بود و باش عربوں والا تھا، ان کے گھر میں عربی زبان بولی جاتی تھی اس لئے کہ ان کی اہلیہ کی پیدائش اور تعلیم و تربیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

انتہائی افسوسناک امر ہے کہ جس شخصیت کا سارا خاندان مدینہ منورہ کے جنت البقیع

میں دفن ہے جو بین الاقوامی شخصیت کا حامل ہے اس پر سعودی حکومت نے پابندی لگائی ہوئی تھی۔ یہ حکومت خود ملوکیت کی نمائندہ اور مخصوص عقائد کی حامل ہے، مگر یہ دنیا کے سوا ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے عقائد کی ٹھیکیدار بنی ہوئی ہے۔ علامہ اقبال نے تڑپ کر کہا تھا۔

این عبدالعزیز اے نیست سجودے

دوست درِ خاکِ مژہ از بروبم

ترجمہ: اے عبدالعزیز! یہ سجدہ نہیں ہے۔ میں دوست کے در پر پلکوں سے جھاڑو دیتا ہوں۔

شاہ احمد نورانی جہاں جاتے وہاں ایک پُر کیف فضا قائم ہو جاتی۔ میرا احساس ہے کہ یہ ان کی روحانیت کا عکس اور پرتو تھا، اُن کی سادگی و درویشی پر تکلفات نثار ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ اُن کی محفل میں بیٹھ کر مصنوعی قد کاٹھ والے لوگ بونے محسوس ہوتے تھے۔

اس مردِ خود آگاہ و خدا مست کی صحبت

دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز!

غالباً یہ سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم تھا کہ اس کے دونوں قائدین شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی انتہائی پڑھے لکھے قدیم و جدید زبانوں کے عالم اور مجاہدانہ کردار کے مالک تھے۔ کوئی ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی ان کے قومی کردار پر انگشت نمائی نہیں کر سکتا۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا

تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا!

اب اہل سنت کے بیوپاریوں اور سوداگروں کو دکھاوے کے تاسف کی بجائے خوش ہونا چاہئے کہ ان کے راہ کا سب سے بڑا پتھر ہٹ گیا ہے اب وہ کھل کھیلیں اور اب ٹکڑیوں میں بیٹھنے کی بجائے آپس میں اتفاق و اتحاد کر لیں جو عنقریب متوقع ہے اور یوں ایک ''بہت

بڑی سُنی کانفرنس" کا انعقاد کر کے اپنی وزارتیں اور منصب کھرے کریں اور خالص اسلامی حکومت کی قصیدہ خوانی کا ورد شروع فرمائیں۔

کاش! یہ سارے لوگ مر جاتے اور نورانی زندہ رہتے مگر تقدیر کبھی خواہشات کے تابع نہیں ہوئی۔

مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ

فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(صرف تیرا ہی کھٹکا تھا تیرے بعد جو بھی مرے مرتا رہے)

اے۔ٹی۔آئی کے چند ایسے طلبہ جن کی لیڈری، صحافت اور پہچان سراسر شاہ احمد نورانی کی رہین منت تھی انھیں چھوڑ کر حکومت کے ایوانوں کی زینت بنے تو اخبار نویس ان کے بارے میں بار بار پوچھتے۔ ایک دفعہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا "ہم اسلام کے نفاذ کے لئے ایک ٹرین پر سوار ہوئے تھے مگر کچھ دوست سفر کی تکلیف برداشت نہ کر سکے اور جب اسلام کے بجائے اسلام آباد کا اسٹیشن آیا تو وہ ہمیں چھوڑ کر اُتر گئے، تاہم ہم اپنے سفر پر رواں دواں ہیں"۔

کیا ہی خوبصورت تلمیح ہے اور کتنا جاندار تبصرہ۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں حدیث کی معتبر کتابوں میں آیا ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی ہلکا یا سُبک لفظ نہیں سُنا گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سچے پیروکار کی پوری زندگی اپنے آقا کے اخلاقِ عالیہ کی تصویر تھی، شاہ احمد نورانی کی زبان سے کبھی کسی فرد، جماعت یا بڑے سے بڑے مخالف کے خلاف اخلاق سے گرا ہوا لفظ نہیں سُنا گیا۔

مشہور کالم نگار عرفان صدیقی نے ۱۳ ر دسمبر کے نوائے وقت میں مولانا پر جو شذرہ لکھا ہے اس کا پیراگراف نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتا وہ لکھتے ہیں:۔

"مولانا کی شخصیت میں بلا کی کشش اور انتہا درجے کی اپنائیت تھی۔ ان کا شمار حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش پوش فقیروں میں ہوتا تھا مدینے کی گلیاں ان کی روح میں موتیے کی کلیاں بن کر مہکتی رہتی تھیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب وہ لبِ لعلیں پر دُرودوسلام کے زمزمہ لئے، عطر میں بسی اجلی براق پوشاک زیب تن کئے، سر پر سیاہ عمامہ سجائے فرطِ عقیدت سے گردن جُھکائے دست بستہ، ہولے ہولے قدم اُٹھاتے درِ جاناں کی طرف بڑھ رہے ہوں گے تو رحمت کے فرشتے ان کے جلو میں ہوں گے۔ اس وقت بھی رک رک کر فرشتوں سے پُوچھ رہے ہوں گے۔ "ایم۔ ایم۔ اے کس حال میں ہے؟ اس نے صدر مشرف کے اس چیلنج کا کیا جواب دیا ہے کہ "کرلو جو کرنا ہے؟" دھیان رکھنا! وہ میری جنتوں والی کمائی کوڑیوں کے مول نہ لُٹا دے۔

چراغ بجھتے جارہے ہیں اور تاریکی لحہ بہ لحہ گہری ہورہی ہے۔"

مولانا شاہ احمد نورانی اپنی جگہ خالی کر گئے ہیں اور شاید وہ ہمیشہ خالی رہے۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

یہ عاجز ایک گمنام قریہ میں بیٹھ کر سوائے اس کے اور کیا کر سکتا ہے کہ ہر آن صبا کے ہاتھوں اُن کی روح کو یہ سندیسے بھجواتا رہے۔

مِنِّیْ السَّلَامُ اِلٰی مَنْ لَسْتُ اَنْسَاهُ ۔۔۔ وَلَا یُمِلُّ لِسَانِیْ قَطُّ ذِکْرَاهُ
فَاِنْ غَابَ عَنِّیْ فَاِنَّ الْقَلْبَ مَسْکَنُه، ۔۔۔ وَمَنْ یَّکُوْنُ قَلْبِیْ کَیْفَ اَنْسَاهُ

اُسے میرا اسلام پہنچے جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا اور نہ ہی میری زبان اس کے ذکر سے سیر ہوتی ہے ہر چند وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا ہے مگر میرا دل تو اس کا نگر ہے اور جو میرے مَن میں بستا ہے میں اسے کیوں کر بُھلا سکتا ہوں۔

در محراب و منبر پر درد مندانہ دستک

"علماءِ اہلِ سُنّت ؒ سے گزارش ہے کہ وہ اس نکتہ کو ذہن نشین رکھیں کہ جمعیت علماء پاکستان کل بھی ان کی جماعت تھی، آج بھی ان ہی کی ہے اور آئندہ بھی انہی کی ہوگی، دوسرے لوگ ان کے خدام کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے اس میں شامل ہونا ان کا بنیادی حق ہے اور اس حق سے خود کو محروم رکھنا کوئی نیک شگون نہیں ہے، جو علماءِ اہلِ سُنّت سیاسی ذہن رکھتے ہوں انہیں کسی پس وپیش کے بغیر جمعیت علماء پاکستان میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔"

شاہ حسین گردیزی، کراچی
(ممتاز دانشور، محقق، مصنف)

اہل حق را زندگی از قوت است　　　قوتِ ہر ملّت از جمعیت است
رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں　　　قوتِ بے رائے جہل است و جنوں

(حکیم الامت علامہ اقبالؒ)

یعنی: اہلِ حق کی زندگی قوت سے ہے اور ہر قوم کی قوت اس کی جمعیت اور اتحاد سے وابستہ ہے۔ ایسا نظریہ جس کے پیچھے طاقت وقوت کارفرمانہ ہو سب مکر اور فسوں ہے۔ جب کہ فکر اور نظریہ کے بغیر قوت جہل وجنون سے عبارت ہے۔

قائدِ اہلِ سُنّت کے بعد کشتیٔ ملّت کی ناخدائی؟

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

انسان بلاشبہ فانی ہے، موت سے کسی ذی روح کو مفر نہیں۔ قائدِ اہلسنت حضرت علّامہ **شاہ احمد** نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اٹھہتر (۷۸) برس کی متحرک اور فعال زندگی گزار کر، اپنے ربّ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔ اُن کی زندگی کے شب و روز، ان کی شخصیت ہی کی طرح ہمہ جہت اور بھرپور تھے جو تادم واپسیں ملک و قوم اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف رہے۔ اس سنگلاخ راہ کی سختیاں اور صعوبتیں، اس مردِ حق آگاہ کی منزل کھوٹی نہ کر سکیں۔ وہ اپنوں اور پرایوں کی ''کرم فرمائیوں'' سے بے پرواہ صراط مستقیم پر رواں دواں رہا۔ تا آنکہ واپسی کا بلاوا آ گیا۔

ملت اسلامیہ کو بالعموم اور جمعیۃ العلمائے پاکستان کو بالخصوص، ان کی رحلت سے جس عظیم صدمہ کا سامنا ہے وہ یقیناً ناقابل بیان ہے۔ ان کی جانشینی تو دُور کی بات ہے، اُن کا کوئی پاسنگ بھی دُور دُور تک نظر نہیں آتا۔ قحط الرجال کا یہ عالم، پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

عامۃ المسلمین اس ناگاہ حادثہ فاجعہ کے باعث غم سے نڈھال ہیں اور درد دل رکھنے والے اہل علم پریشان و فکرمند۔ جب کہ مفاد پرستوں اور طالع آزماؤں کے جُھنڈ، مکروہ گدھوں کی صورت، ملت کے اجتماعی وجود کو ایک لاوارث اور بے گور و کفن لاش سمجھ کر، نوچنے کے لیے پَر پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ واقفانِ حال لوگ خوب جانتے ہیں کہ یہ اَبناء الوقت، اپنے اپنے مفاد کے اسٹیشن پر، قومی ٹرین سے اترتے رہے اور قائدِ اہلِ سُنّت اور ان کے معتمدین کو مطعون ٹھہراتے رہے۔ صاحبزادگان کے تاجر پیشہ گروہ، آج کس مُنہ سے اتحاد کے نعرے بلند کر رہے ہیں کہ جمعیت اور جماعت اہلِ سُنّت کے حصّے بخرے کرنے کا جرم انہی حضرات سے سرزد ہوا اور یہ خونِ ناحق ان کی اُجلی قباؤں پر بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ملت کے خیر خواہ، بالخصوص نوجوان آگے آئیں اور حضرت شاہ احمد نورانیؒ کے مقدس مشن کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہوں کہ قوم کو اپنے وجود کی بقا کا مرحلہ درپیش ہے اور یہ تنہا کسی فرد کے کرنے کا کام نہیں ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد منظم سازش کے تحت اغیار نے جس طرح ذرائع ابلاغ پر قبضہ جمایا اور گزشتہ نصف صدی میں اس قبضہ کو مستحکم بنایا، اُس نے تاریخ کو اس بے رحمی سے مسخ کیا کہ آج اس کی شکل پہچانی نہیں جاتی۔ وہ جو نسل در نسل پاکستان کے قیام کے مخالف رہے اور یہ دعویٰ کرتے رہے کہ ''خدا کا شکر ہے

ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے"...... ذرانہیں شرماتے، آج پاکستان کے سیاہ وسفید کے مالک بننے کے دعویدار ہیں۔

ع منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

مرکزی مجلسِ رضا کے بانی، عظیم محقق، مصنف اور دانشور حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ نے بروقت اس فتنہ کی نشان دہی فرمائی۔ جنگِ آزادی اور تحریکِ پاکستان کی تاریخ کو ہر طرح کی سازشی آلودگیوں سے پاک کر کے تاریخی حقائق کو محفوظ کرنے کے چیلنج کو قبول کیا، ان کی راہنمائی میں مکتبہ رضویہ گجرات نے کئی تحقیقی تاریخی کتب شائع کیں جن میں "اکابر تحریک پاکستان" اور "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" جیسی شہرہ آفاق کتب شامل ہیں۔ مکتبہ رضویہ بعد میں لاہور منتقل ہوا تو "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست"، "پروفیسر مولوی حاکم علی"، "اتحاد بین المسلمین"، "فلسفہ شہادتِ حسینؓ" "اُمتِ مُحمدیہ کے لئے پیغام حیات" اور اب ادارہ پاکستان شناسی کے نام سے اس ادارہ نے "مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملّی وسیاسی خدمات" اور "حیاتِ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی"، جیسی معرکۃ الآرا کتب شائع کی ہیں۔

ان کتب سے تاریخ کے چہرے کی بہت سی گرد صاف ہوئی ہے، لیکن ابھی کرنے کا کام بہت ہے۔ جس کے لئے درددل رکھنے والے اہل علم کو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے میدان عمل میں اترنا چاہئے۔ کہنے کو لگ بھگ ایک سو (۱۰۰) رسائل وجرائد اہلِ سُنّت کے نام پر شائع ہوتے ہیں، لیکن ان کی اشاعت کی کُل تعداد کیا ہے؟ اور ان کا حلقہ اثر کتنا وسیع ہے؟...... اس کا صحیح جواب سوادِ اعظم کو پانی پانی کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ کیا تسبیح کے یہ بکھرے دانے یک جا ہو کر کوئی معرکہ سر نہیں کر سکتے؟

حضرت شاہ احمد نورانیؒ کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرنے کا سب سے بہترین عملی طریقہ یہ ہے کہ سُنّی عوام کا شعور بیدار کیا جائے، انہیں ان کے ملی حقوق وفرائض سے آگاہ کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کا موثر استعمال کیا جائے۔ اغیار کے گمراہ کن پراپیگنڈہ کو بے اثر بنانے کے لئے ٹھوس عملی اقدامات کئے جائیں۔ جماعتی قیادت پر کسی بھی مفاد پرست مجاور کو قبضہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ جماعت اہلِ سُنّت اور جمعیت علمائے پاکستان کو تبلیغی اور سیاسی محاذوں پر سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کی حقیقی نمائندہ تنظیمیں بنانے کے لئے، مفاد پرستوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں کہ یہی وقت کا تقاضا ہے۔

مختار جاوید منہاس

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

چل مرے خامے بسم اللہ !

(مادہ ہائے سنِ ارتحال) ہائے حضرت - زُبدۂ خلق شاہ احمد نورانی نوّراللہ مرقدہٗ

۱۴۲۴ھ — ۱۴۲۴ھ

وصال : ۱۶۔ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۱۔ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات

حشمتِ شاہِ شہیداں

۱۴۲۴ھ

تو ہو شریکِ جنازہ یہی غنیمت ہے
شہیدِ ناز کو کاندھا دیا دیا نہ دیا (فدؔا)

یارب بہ لطفِ خواجہ گیہاں بچائیو!
رُو بہ زوال آج ہے اُمّت رسولؐ کی

ہر قول و فعل لائقِ تقلید آپؐ کا
ہے مشعلِ راہِ ھُدیٰ سُنّت رسولؐ کی

سینے میں جس کے دِل نہیں پتھر ہے بالیقیں
جس دِل میں جاگزیں نہیں اُلفت رسولؐ کی

تھے مُفلسوں یتیموں کے دُرِ یتیم آپؐ بے شک
کیا خُلقِ لازوال تھی "سیرت رسولؐ" کی

عشقِ نبیؐ میں کاش ہو مرنا مجھے نصیب!
واللہ کلیدِ خُلد ہے اُلفت رسولؐ کی

ایسی ہوئی نہ ہوگی کبھی تخلیقِ لازوال،
ہر سورۂ فُرقان ہے "صورت رسولؐ" کی

خائف تھا جو بھی پرسشِ اعمال پراثیم،
فطرت نے اُس کو بخشی شفاعت رسولؐ کی

واللہ رضائے طالب و مطلوب ہیں بہم
واجب ہے ہر بشر پہ اطاعت رسولؐ کی

اصنام مُنہ کے بل گرے ویراں تھے بُت کدے
جس دم ہُوئی جہان میں "بعثت رسولؐ" کی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شُد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما!

نتیجۂ فکر :
ابوالطاہر فدا حسین فدؔا

سپاسِ عقیدت

سمجھتا ہوں تجھے میں مردِ کامل شاہ نورانی
خدا نے بخشی تھی اسلام کی تجھ کو نگہبانی
دلوں کو نورِ ایماں سے منوّر کر دیا تُو نے
جلائی کفر کی تاریکیوں میں شمعِ ایمانی

عزیزو دوستو! سب کے لئے دنیا ہے یہ فانی — رواں خلدِ بریں کو ہو گئے مولانا نورانی
متاعِ بے بہا تھے ملّتِ اسلام کے قائد — ترجمانِ ملک و ملّت کے تھے مولانا نورانی
سوادِ اعظم اہلسنّت کو بڑا ناز تھا اِس پر — ہیں قائدِ ملّت اسلامیاں، مولانا نورانی
وُہ عجز و انکساری فقر و فخری کا نمونہ تھے — بڑے ہی خوش طبع انسان تھے مولانا نورانی
خلا پیدا ہوا ایسا کہ جو پُر ہو نہیں سکتا — چمن میں ہر طرف چھائی ہے ویرانی ہی ویرانی
شاہیں ہر روز ایسے اِنساں پیدا نہیں ہوتے — بڑے ہی دیدہ ور انسان تھے مولانا نورانی
دُعا ہے اُخروی درجات بھی ہوں بلند اُن کے — بڑے ہی صاحبِ کردار تھے مولانا نورانی
خُدا نعم البدل تیرا جمعیّت کو عطا کر دے — تمنّا اب یہی ہے پھر کوئی مِل جائے نورانی

(از حبیب اللہ شاہین فتح آبادی)